البیرونی

مؤلف : سیّد حسن برنی

ناشر : انجمن ترقی اردو پاکستان، بابائے اردو روڈ، کراچی - ۷۴۲۰۰

صفحات : ۵۱+۲۵۶

اشاعت : ۱۹۹۰ء

قیمت : ساٹھ روپے

وسطی ایشیا اور برصغیر کے درمیان سیاسی اور ثقافتی روابط کی تاریخ صدیوں پر محیط ہے۔ وسطی ایشیا سے ان گنت قبائل اور افراد برصغیر میں وارد ہوئے اور یہیں کے ہو کر رہ گئے۔ آج کے پاکستان میں شعر و ادب ہو یا رہن سہن، فنونِ لطیفہ ہوں یا مذہبی افکار و خیالات، ان میں وسطی ایشیا کے اہل علم و فن کے اثرات دیکھے جا سکتے ہیں۔ وسطی ایشیا کے ان ہی اہلِ نظر میں شہرہ آفاق مؤرخ اور ماہرِ ریاضیات ابو ریحان محمد بن احمد البیرونی شامل ہیں جن کی "کتاب الہند" یا "فی تحقیق ماللہند" (تالیف ۱۰۳۱ء) نو سو سال گزرنے کے باوجود آج بھی سائنسی طرز اظہار کی ایک عمدہ مثال ہے۔

البیرونی خوارزم شاہی سلطنت کے دارلحکومت کاث میں پیدا ہوا تھا جو آج صفحہ ہستی سے محو ہو چکا ہے اور مؤرخین اور آثارِ قدیمہ کے ماہرین کی رائے کے مطابق کہیں خیوا کے گرد و نواح میں تھا۔ البیرونی نے "کاث" میں ابتدائی تعلیم حاصل کی، وہیں پلا بڑھا اور ہوش سنبھالنے پر سامانی حکمران منصور ثانی بن نوح کے دربار سے منسلک ہو گیا۔ بعد میں سلطان محمود غزنوی سے تعلق قائم کیا اور جب سلطان محمود شمال مغربی ہند کی مہمات میں مصروف تھا تو البیرونی اس کے ہم رکاب تھا۔ البیرونی کو بارہ تیرہ سال ارضِ ہند میں قیام کا موقع ملا۔ یہاں کی زبانوں پر عبور حاصل کرنے پر البیرونی نے اپنی تحقیقات پیش کیں جو گیارہویں صدی کے ہندوستان پر سند کا درجہ رکھتی ہیں۔

البیرونی کا برصغیر سے رشتہ بہت گہرا ہے مگر البیرونی سے اہلِ برصغیر کی علمی دلچسپی کا حقیقی آغاز بہت بعد میں ہوا جب جرمن مستشرق ایڈورڈ زخاؤ کی کاوشوں سے البیرونی کی دو بلند پایہ کتابیں۔ "الاثار الباقیہ" اور "فی تحقیق ماللہند" کے متون اور تراجم سامنے آئے تھے۔ ۱۸۸۵ء میں "فی تحقیق ماللہند" کا پہلی بار متن شائع ہوا۔ اس کے بعد پہلے جرمن اور پھر انگریزی ترجمہ چھپا۔ زخاؤ کی "البیرونی شناسی" نے مولوی محمد عنایت اللہ کو البیرونی پر ایک مقالہ لکھنے پر آمادہ کیا جو محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس

کے اجلاس ہفتم (دہلی: ۱۸۹۲ء) میں پڑھا گیا اور آگرہ سے کتابی شکل میں شائع ہوا۔ اس کے بعد سید حسن برنی (م ۱۹۵۹ء) نے البیرونی کی سوانح حیات اور علمی و تاریخی خدمات پر قلم اٹھایا اور زیرِ نظر کتاب "البیرونی" کا اولین ایڈیشن ۱۹۱۵ء میں مرتب کیا۔ بارہ سال بعد اس کا اضافہ شدہ ایڈیشن سامنے آیا، تاہم اس کے بعد اردو میں البیرونی پر کوئی قابل لحاظ کام نہ ہو سکا۔

ایک مدت گزرنے پر از سر نو "البیرونی" سے دلچسپی کا اظہار اس وقت ہوا جب ۱۹۷۰ء کے عشرے میں البیرونی کے ہزار سالہ جشنِ ولادت کے چرچے ہوئے اور یکے بعد دیگرے نئی دہلی (۱۹۷۱ء)، تہران (ستمبر ۱۹۷۳ء)، کراچی (۱۹۷۳ء)، استانبول (۱۹۷۴ء) اور نیویارک (۱۹۷۴ء) میں وقیع اجتماعات ہوئے۔ البیرونی کی بعض غیر مطبوعہ تحریریں مرتب کی گئیں، بعض نادر و نایاب کتابیں دوبارہ چھاپی گئیں اور البیرونی کے حوالے سے بیسیوں تحقیقی مقالات لکھے گئے۔ اردو زبان میں بھی بہت سے مضامین سامنے آئے تاہم ۱۹۷۳ء تک البیرونی پر لکھی گئی کتابوں پر نظر رکھنے والے یہی کہتے رہے کہ سید حسن برنی کی تالیف البیرونی کی "سوانح اور کتابوں پر مفصل کتاب ہے۔ اس کے لیے بیرونی کی اپنی کتابوں اور دوسرے عربی مصادر سے براہ راست مواد حاصل کیا گیا ہے۔ اس کتاب سے بہتر کوئی اور کتاب ابھی تک اردو میں نہیں لکھی گئی۔"

سید حسن برنی کی تالیف آٹھ ابواب اور چار ضمیموں پر مشتمل ہے۔ پہلا باب اس دور کے سیاسی حالات اور علمی ترقیوں کے بیان پر مشتمل ہے جس میں البیرونی نے تربیت پائی تھی۔ دوسرا اور تیسرا باب البیرونی کی سوانح حیات کو محیط ہیں۔ چوتھا باب ۱۹۲۷ء تک معلوم البیرونی کی جملہ کتابوں اور ان کے تراجم کا احاطہ کرتا ہے۔ پانچویں اور چھٹے باب میں بالترتیب "آثار الباقیہ" اور "کتاب الہند" پر تبصرے کیے گئے ہیں۔ ساتواں باب البیرونی کی ان کاوشوں سے متعلق ہے جو مساحت کرۂ ارض کے حوالے سے اس نے کی تھیں۔ آخری باب البیرونی کی شخصیت کے مجموعی جائزے پر مشتمل ہے۔

سید حسن برنی نے ایڈورڈ زخاؤ کے تراجم اور ان تحریروں سے بالخصوص فائدہ اٹھایا ہے جو "الآثار الباقیہ" اور کتاب الہند" کے تراجم کے ساتھ شائع ہوئی تھیں۔

انجمن ترقی اردو پاکستان اہل علم کی جانب سے مبارک باد کی مستحق ہے کہ اس نے "البیرونی" (طبع دوم: ۱۹۲۷ء) کی عکسی اشاعت پیش کی ہے۔ آغاز میں انجمن کے معتمد جناب جمیل الدین عالی کا دیباچہ "حرفے چند" ۵۱ صفحات پر پھیلا ہوا ہے۔